

قرآنی نظام مسئولیت و احتساب اور تحفظ حقوق انسانی

پروفیسر گل قدیم جان

قرآن کریم اپنا ایک مؤثر نظام مسئولیت و احتساب رکھتا ہے جس کی رو سے انسان شتر بے مہار نہیں بلکہ اپنے اعمال و افعال کا جواب دہ ہے اسے یہ بات بتلا دی گئی کہ اس سے اس کے اعمال کے بارے پوچھا جائے گا۔

وَلتسئلن عما کنتم تعملون (۱)

”اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں باز پرس ہوگی۔“

ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا (۲)۔

”بیشک کان، آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں تم سے باز پرس ہوگی۔“

جب یہ قرآنی نظام مسئولیت و احتساب کا تصور انسانوں کے ذہنوں اور قلوب میں تازہ اور جاگزیں ہو تو حکمران یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ رعایا کے حقوق غصب کریں یا محدود یا معطل کر دیں چاہے ان کے اقتدار کو کس قدر خطرہ کیوں نہ ہو مسئولیت اور احتساب کے تصور کی وجہ سے حکمران اقتدار کی قربانی اور جان کا نذرانہ تو پیش کر سکتا ہے لیکن حقوق کی پامالی کی جرات نہیں کر سکتا بلکہ حکمران رعایا کے حقوق کا پاسبان اور محافظ بن جاتا ہے کیونکہ اختیارات حکمرانی اس کے پاس مقتدر اعلیٰ کی مقدس امانت ہوتی ہے جس کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا اور اس کا محاسبہ ہوگا، جس طرح حکمران رعایا کے حقوق غصب نہیں کر سکتا اسی طرح معاشرے کے دیگر افراد بھی ایک دوسرے کے حقوق پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے ہیں اور اگر کوئی دوسرے کے حقوق کی پامالی پر کمر بستہ ہو جاتا ہے تو قرآنی نظام مسئولیت و احتساب کی بناء پر گرفت سے نہیں بچ سکتا۔ قرآنی نظام مسئولیت و احتساب کو جاننے کے لئے ہم اس مسئلہ وار روشنی ڈالتے ہیں۔

مسئولیت و احتساب بذریعہ عوام:

قرآن پاک میں واضح طور پر ہدایت دی گئی ہے انصاف قائم کرنا اس پر قائم رہنا صرف حکومت و عدالت کا فریضہ نہیں ہے بلکہ ہر انسان اس کا مکلف و مخاطب ہے کہ وہ خود انصاف پر قائم

☆ بدرجہ المفساد اولی من جلب المصالح ☆

رہے اور دوسروں کو انصاف پر قائم رکھنے کے لئے کوشش کرے انصاف ایک ایسا اصول اور گرہ ہے جو معاشرے کے لئے سکون اور امن کا ضامن ہے اور جس معاشرے میں لوگوں کے حقوق دوسروں کی دست درازیوں سے محفوظ نہ ہوں وہ معاشرہ کسی صورت میں بھی پرسکون نہیں ہو سکتا۔ گویا کہ قرآن پاک نے انصاف کا درس دے کر دوسرے لفظوں میں یہ درس دیا ہے کہ خود بھی دوسروں کے حقوق کی پاس داری کریں اور حقوق کی پامالی کرنا ان لوگوں کو بھی حقوق کے تحفظ پر مجبور کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ۔ (۳)

”اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو۔“

قرآن کریم کا اعلان عام ہے کہ اے وہ لوگو جو خدائی حاکمیت کو تسلیم کر چکے ہو۔ انصاف پر قائم رہو اس خطاب میں ہر آدمی شامل ہے خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم، عدلیہ کا سربراہ ہو یا انتظامیہ کا منتظم یا کوئی عام شہری ہو ہر ایک کو حکم ہے کہ انصاف پر قائم رہے۔ اب انصاف پر قائم رہنے کی حقیقت کیا ہے اس بارے میں مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں۔ ”عدل وانصاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر صاحب حق کو پورا حق ادا کیا جائے اس کے عبوم میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی داخل ہیں اور سب قسم کے انسانی حقوق بھی۔ اس لئے قیام بالقسط کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور یہ بھی داخل ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکا جائے مظلوم کی حمایت کی جائے اور یہ بھی مواضع ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کا حق دلوانے کے لئے شہادت کی ضرورت پیش آئے تو شہادت سے گریز نہ کیا جائے اور یہ بھی داخل ہے کہ شہادت میں حق اور حقیقت کا اظہار کیا جائے خواہ کسی کے موافق پڑے یا مخالف۔ یہ بھی داخل ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں حکومت اور انتظام ہے جب دونوں فریقوں کا کوئی مقدمہ ان کے سامنے پیش ہو تو فریقین کے ساتھ برابری کا معاملہ کریں کسی ایک طرف کسی کا میلان نہ ہونے دیں۔“ (۳) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلام کا اہم عنصر، اصل الاصول اور رکن رکین ہے اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے انبیائے کرام کے بعد یہ کام ملت اسلامیہ کو سونپا گیا ہے اور ہر فرد کو حکم دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کے فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہے اور شریعت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر احتساب اور حبہ کو بھی کہتے ہیں جیسا کہ مولانا سید متین ہاشمی نے احتساب کے معنی کی توضیح کی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”احتساب کے لغوی معنی اجر و ثواب طلب کرنے، حساب کرنے اور نہی عن المنکر کے ہیں جبکہ احتساب کے اصطلاحی معنی

☆ لا ینکثر تغیر الاحکام بتغیر الزمان ☆ زمانہ کی تبدیلی کے سبب احکام کی تبدیلی کا کارخانہ نہیں کیا جائے ☆

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ہیں۔“ (۵) نہی عن المنکر کے بارے میں اگر معمولی سوچ و بچا کر جائے تو یہ کوئی مخفی حقیقت نہیں کہ اگر لوگوں کے حقوق غصب ہو رہے ہوں خواہ رعایا کے ہاتھوں، یا حکمرانوں کی طرف سے اور ان کے خلاف آواز نہ اٹھائی جائے تو وہ نہی عن المنکر سے روگردانی میں شمار نہ ہوں بلکہ یہ اسلام کے ایک اہم فریضہ سے پہلو تہی کے مترادف ہے۔ قرآن کریم کا اعلان ہے:

وَالْعَصْرَانِ الْاِنْسَانُ لَفِيْ خَسْرٍ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

الصّٰلِحٰتِ وَتَوٰا صَوَابًا بِالْحَقِّ وَتَوٰا صَوَابًا بِالصَّبْرِ..... (۶)

”قسم ہے زمانہ کی کہ انسان خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور بھلے کام کئے اور سچے دین کی تاکید کرتے رہے اور آپس میں صبر کی تاکید کرتے رہے۔“

قرآنی احکام پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خسارے سے بچنے کے لیے صرف خود ایمان لانا اور نیک عمل کرنا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی راہ حق پر لگانے کی کوشش کرے اگر کوئی فرد انسانوں کے حقوق کی پامالی پر کمر بستہ ہو تو مؤمن کا فریضہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کے حقوق کی پاسداری کرے بلکہ اگر حالات انتہائی درجہ نازک ہوں اور مسلمانوں کا ایک گروہ دوسرے مسلمانوں کے حقوق کی پرواہ نہ کرے اور ان کے خلاف بغاوت کر دے تو قرآن کریم دوسرے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ مسلمانوں کے مال و جان غارت کرنے والوں کے خلاف تلوار اٹھائیں اور اس وقت تک ان کے ساتھ لڑیں جب تک وہ مسلمانوں کے حقوق کی پامالی سے باز نہ آجائیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم نہ کر لیں۔

فَاَنْ يَّبْتَغِ اَحَدُهُمَا عَلٰى الْاُخْرٰى لِقَاتِلُوْا الَّذِيْنَ تَبَغٰى حَتّٰى تَفْنٰى اِلٰى

اَمْرِ اللّٰهِ۔ (۷)

”اگر ان میں سے ایک دوسرے پر چڑھا چلا جائے تو تم سب اس چڑھائی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔“

عوامی مسئولیت و احتساب صرف عوام ہی کے لئے نہیں بلکہ مملکت کے تمام عمال کو اس کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ اسلام اس بات کا ہرگز روادار نہیں کہ وہ حکومت کی ذمہ داریاں چند افراد کے ہاتھوں میں دیکر سارا کاروبار مملکت ان پر چھوڑ دے اور حکمرانوں کو کھلی اجازت دیدے کہ جو چاہیں کرتے رہیں بلکہ قرآن کریم ملت کے ہر فرد کو ریاستی امور میں دلچسپی لینے کا درس دیتا ہے اور یہ اس لائق قرار دیتا ہے

☆ مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے ☆

کہ امیر مملکت اور حکام کے اعمال کا جائزہ لے۔ دکتور عبدالکریم زید ان تحریر فرماتے ہیں کہ ”حکمران کو افراد ہی نے اپنے معاملات کا دکیل بنایا ہوا ہے اور مکمل کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے وکیل کے طرز عمل کا جائزہ لے کہ جس کام کیلئے اس کو وکیل بنایا گیا ہے وہ طینان بخش طریقہ کے مطابق انجام دے رہا ہے یا نہیں۔“ (۸)

حکمرانوں سے پوچھ گچھ اور احتساب ملت اسلامیہ کے افراد کا صرف حق ہی نہیں بلکہ جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے کہ نبی عنہم کے حکم کے تحت ہر فرد کا دینی فریضہ بھی ہے دنیا میں سرور کائنات ﷺ کی ذات مبارکہ سے کس کا مقام اعلیٰ وارفع ہو سکتا ہے جب کہ خود حضور ﷺ نے اپنے آپ کو عوامی مسئولیت و احتساب کے لئے پیش کیا تھا تو پھر دنیا کے کس حکمران کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عوامی احتساب سے مبرا اور آزاد ہو۔ غزوہ بدر میں آپ ﷺ ایک تیر سے مجاہدین کی صفیں سیدھی کر رہے تھے سواد بن غزیہ صف سے کچھ الگ تھے آپ ﷺ نے چوکا دے کر فرمایا۔ سواد برابر کھڑے ہو جاؤ سواد نے کہا یا رسول اللہ آپ ﷺ نے مجھے تکلیف دی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حق و انصاف کے لئے مبعوث کیا ہے پس اجازت دیجئے کہ میں آپ ﷺ سے بدلہ لوں رسول اللہ ﷺ نے فوراً بطن مبارک کھول دیا اور فرمایا سواد ضرور بدلہ لو سواد فوراً آپ ﷺ کے گلے سے چٹ گئے اور بطن مبارک کو چوم لیا۔ (۹) خلفائے راشدین خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمرؓ کے خطبات شاہد ہیں کہ وہ لوگوں کو اس بات کی تلقین کرتے تھے کہ اگر وہ کجروی اختیار کریں تو ان کو سیدھا کریں دراصل خطبات میں لوگوں کو اس بات کی تلقین کرنے کا مقصد محض یہ تھا کہ وہ لوگوں کو بتانا چاہتے تھے کہ سربراہ مملکت کو سیدھا رکھنا ان کے فرائض میں شامل ہے اس لیے وہ ہر وقت اسے احتسابی نظروں سے دیکھتے رہیں کہ وہ کہیں سیدھی راہ سے بھٹک تو نہیں گیا ہے۔ اور اگر حکمران غلط طریقہ کار اختیار کرے تو اس سے پوچھ گچھ کریں انہیں بخوبی علم تھا کہ اقتدار کا نشہ صاحب اقتدار کو گمراہ کر سکتا ہے اس لیے اسے راہ راست پر قائم رکھنے کے لئے عوامی مسئولیت و احتساب کی موجودگی نہایت ضروری ہے حضرت ابوبکر صدیق جب خلیفہ ہوئے تو اپنے اولین خطبہ میں فرمایا کہ ”اگر میں اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دوں تو میری مدد کرنا اور اگر کجروی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔“ (۱۰) حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ ”میں بذات خود حق و صداقت کو سمجھوں گا اور اس کے لئے پیش قدمی کروں گا اور اپنا معاملہ تمہارے سامنے پیش کروں گا تاہم جس کو کوئی ضرورت درپیش ہو یا اس پر ظلم ہوا ہو ہمارے برخلاف

اسے کوئی شکایت ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے کیونکہ میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں۔ (۱۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عوامی مسئولیت و احتساب کا تصور بنیادی حقوق انسانی کا ایک زبردست محافظ ہے عوامی مسئولیت و احتساب کے ہوتے ہوئے حکمرانوں کو نہ تو رعایا کے حقوق پامال کرنے کی جرات ہوتی ہے اور نہ عوام کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنی نجی زندگی کو دائرہ احتساب سے خارج کر کے اپنے آپ کو بھی تباہ کر دیں اور دوسروں کو بھی لے ڈوبیں اور اس طرح وہ حقوق پر دست دراز یوں کا دروازہ کھلا رکھیں۔

مسئولیت و احتساب بذریعہ عدالت:

عام مشاہدے میں یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ بعض لوگ طاقت اور اثر و رسوخ کے نشے میں مخمور ہو کر دوسروں کے حقوق غصب کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے اور عوامی مسئولیت و احتساب کو خاطر میں نہیں لاتے۔ قرآن کریم نے اس غرض کے لئے ایک ایسی عدلیہ کی تشکیل کا انتظام کیا ہے جو دستور الہی کے قوانین پر فیصلہ کرنے کی بناء پر ہر خاص و عام کے لیے یکساں سلوک و فیصلہ کرنے کی پابند ہے اور عدلیہ کی اس حیثیت کی بناء پر ایک معمولی شہری اور غریب فرد بھی طاقتور سے اپنا حق بذریعہ عدلیہ وصول کر سکتا ہے یہاں تک کہ امیر مملکت کو عدلیہ کے مقابلہ میں کوئی تحفظ حاصل نہیں امیر و غریب حاکم و محکوم، طاقتور اور کمزور سب کے سب عدلیہ کے لیے برابر ہیں قرآن کریم کا اعلان ہے:

و ان حکمت فاحکم بینہم بالقسط۔ (۱۲)

”اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان میں انصاف سے فیصلہ کر۔“

آیت کریمہ میں خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ کو ہے لیکن حکم عام ہونے کی بناء پر ہر صاحب فیصلہ اس میں شامل ہے عدلیہ کا ہر ممبر یعنی جج اور چیف جسٹس ہر ایک کو پابند کر دیا گیا ہے جب آپ کے پاس مقدمہ آئے تو کوئی چیز آپ کے لئے انصاف کی راہ میں حائل نہیں ہونی چاہئے تاکہ کسی کا حق غارت نہ ہو قرآن پاک عدلیہ کو اس امر کا بھی پابند بناتا ہے کہ وہ دستور الہی کے مطابق فیصلہ کرے کیونکہ اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنے کا اسے ہرگز اختیار حاصل نہیں اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنا راہ حق سے انحراف کی طرف لے جاتا ہے۔

فاحکم بین الناس بالحق ول اتبع الهوی فیضلک عن سبیل

اللہ۔ (۱۳)

”سولوگوں میں انصاف سے فیصلہ کرو، اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلو ورنہ وہ

تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دے گا۔“

بعض حالات میں یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان فیصلہ کرتے وقت اپنی خواہش کی پابندی تو نہیں کرتا لیکن دوسروں کی خواہشات کی پابندی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جو ایک انسانی کمزوری ہے قرآن کریم نے جس طرح اپنی خواہشات کی پیروی کرنے کو فیصلہ کرنے میں ناجائز اور نامناسب قرار دیا ہے اسی طرح دوسروں کے خواہ وہ کسی پائے کے لوگ کیوں نہ ہوں خواہشات کی پیروی کرنا بھی ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فاحکم بینہم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواہم عما جاءک من

الحق۔ (۱۴)

”سو آپ ان میں اس کے موافق جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے فیصلے کیجئے اور سیدھا

راستہ جو آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہش پر مت چلئے۔“

بعض اوقات بلکہ اکثر ایک انسان کی ناپسندیدگی اور دشمنی فیصلہ کرنے والے کو راہ حق سے ہٹا دیتی ہے ناراضگی اور دشمنی کی بناء پر وہ اس کے خلاف فیصلہ کر دیتا ہے اور فریق مخالف کی طرفداری کر دیتا ہے اگرچہ فریق مخالف ظالم کیوں نہ ہو اس صورت میں عدل کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مظلوم کے ساتھ دشمنی کی بنا پر نا انصافی کرنا اور اس کے حقوق غصب کرنے کی کوشش کو قرآن کریم نے ممنوع قرار دیا ہے

حقدا کرکوا نہا حق پہنچنا چاہئے خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا یجر منکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا هو اقرب

للتقویٰ۔ (۱۵)

”اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔ عدل کرو۔ یہی

بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔“

قرآن کریم کے ان احکامات کی موجودگی میں اسلامی ریاست کی عدلیہ اس امر کی پابند ہے کہ وہ کسی صورت میں بھی عدل و انصاف سے نہ ہٹے فیصلہ اگرچہ بڑے سے بڑے جاگیردار، سرمایہ دار اور اثر و

☆ جب حقوق باہر متعارض ہوں تو ان میں جس کا وقت تک سولہ سے ترجیح حاصل ہوگی ☆

رسوخ والے کے خلاف کیوں نہ جاتا ہو یہاں تک کہ امیر مملکت کے خلاف بھی ایک عام شہری مقدمہ دائر کر سکتا ہے اور عدلیہ ایک عام شہری کی طرح امیر کو بھی عدالت میں طلب کر سکتی ہے اور اس کے خلاف مقدمہ چلایا جاسکتا ہے اسلامی تاریخ نے عملی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ عدلیہ کے سامنے مملکت کا ہر فرد خواہ وہ امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا محکوم کس طرح بے بس ہے نمونہ کے طور پر چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بنی مخزوم کو یہ بات بڑی ناگوار تھی کہ ہم شرفاء ہیں اور اتنے بڑے خاندان کی ایک خاتون کا ہاتھ کاٹنا بڑے تو عار کی بات ہوگی سب پریشان تھے سفارش کے در پے ہوئے آخر کار حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت زیدؓ کے صاحبزادے حضرت اسامہؓ کو سفارش کے لیے راضی کیا حضرت اسامہؓ کی بات سنتے ہی حضور ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا:

اَفِي حَدِّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ

”کیا خدائی حدود میں، عدالتی فیصلوں میں سفارش۔“

پھر فرمایا کہ پچھلے لوگ بھی اس وجہ سے ہلاک کر دیے گئے کہ وہ اپنے آپ کو بچاتے تھے اور صرف ضعفاء اور غریبوں پر حدود قائم کرتے تھے کسی شان و شوکت والے خاندان اور قبیلے والے کو جرم کرنے پر معاف کر دیا جاتا تھا پھر یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

وَاللَّهُ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔

”یہ تو بنی مخزوم کی فاطمہ ہے خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد سے چوری کی غلطی

سرزد ہو جاتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔“ (۱۶)

حضرت علیؓ کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ اس نے ایک یہودی کو دیکھا کہ وہ حضرت علیؓ کی زرہ فروخت کر رہا ہے آپؓ نے یہودی سے کہا کہ یہ زرہ میری ہے انکار پر فیصلہ قاضی شریع کی عدالت میں پیش ہوا قاضی سے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ زرہ میری ہے جو میں نے کسی کو بھیہ کی ہے یا فروخت کی ہے قاضی شریع نے یہودی سے پوچھا تم اس بارے میں کیا کہتے ہو اس نے کہا یہ زرہ یقیناً میری ہے گوکہ میں امیر المؤمنین کو جھوٹا نہیں کہتا اس پر قاضی نے حضرت علیؓ کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا آپ کے پاس گواہ ہے گواہ نہ ہونے کی بناء پر قاضی نے فیصلہ حضرت علیؓ کے خلاف اور یہودی کے حق میں دے دیا۔ (۱۷)

ان نظائر سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن پاک اس قسم کی عدلیہ کی تشکیل کرتا ہے جس میں ایک عام آدمی مقدمہ دائر کر کے حکومت کے بڑے سے بڑے عہدیدار کو ملزم کے مقام پر کھڑا کر سکتا ہے اور ان سے اپنا حق بذریعہ عدالت وصول کر سکتا ہے عدلیہ کا یہ اختیار کہ وہ بڑے سے بڑے آدمی کو طلب کر سکتی ہے اور اس کو مسئول ٹھہراتی ہے اور یوں حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے ایک زبردست محافظ کا کام سرانجام دیتی ہے اور ایک مؤثر محتسب کا کام انجام دیکر لوگوں کے حقوق معرض خطر میں پڑنے نہیں دیتی۔

مسئولیت اور احتساب آخرت:

جو شخص اپنی بے بصیرتی کی بدولت یہ سمجھتا ہو کہ موت ہی زندگی کا اختتام ہے تو اس کے لئے تصور حاکمیت الہی، اقتدار کا نیا حق اور امانتی تصور، دستور الہی، خوف خداوندی جو حقوق انسانی کے لئے بہترین محرکات ہیں سب کے سب بے معنی اور بے اثر ہو جاتے ہیں اور عوامی مسئولیت و احتساب سے بھی کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو بچا لیتا ہے قرآن پاک نے آخرت کی مسئولیت و احتساب کا تصور انسانیت کو دیکر حقوق انسانی کے تحفظ کے دوسرے محرکات کو بھی قوی سے قوی کر دیا ہے اور خود بھی ایک زبردست محافظ کی حیثیت سے ہر وقت انسانوں کے ذہن و اعصاب پر قبضہ جمائے رکھتا ہے کیوں کہ یہ ظاہر ہے کہ جب تک یہ ڈر نہ ہو کہ مر کر پھر زندہ ہونا ہے اور آخرت میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو دوسروں کے حقوق کی پامالی سے انسان کیونکر باز رہ سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور عقل و ارادہ سے دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز کر دیا ہے اسی ارادہ و اختیار کی بنا پر انسان اپنے فعل و عمل پر مسئول بھی ہو گا قرآن پاک نے اسی آخرت کی مسئولیت و احتساب کو ذہن نشین کرانے کے مختلف طریقے استعمال کئے ہیں۔

ولو شاء الله لجعلكم امة واحدة ولكن يضل من يشاء و يهدى

من يشاء ولتسلن عما كنتم تعملون۔ (۱۸)

”اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی فرقہ کر دیتا لیکن راہ بھلاتا ہے

جس کو چاہے اور بھلاتا ہے جس کو چاہے اور تم سے پوچھ گچھ ہوگی جو کام تم

کرتے ہو۔“

قرآنی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ قیامت کے روز ہر انسان سے اس کے عمل کے بارے میں پوچھا جائیگا اور اپنے ہر فعل کا حساب انسان کو دینا پڑے گا جو انسان یہ خیال کرتا ہے کہ قیامت کے روز کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی یہ اسکی خام خیالی ہے قرآن کریم نے اس خام خیالی کو ناممکن قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ایحسب الانسان ان يترك سدى۔ (۲۰)

”کیا انسان یہ خیال رکھتا ہے کہ وہ بے قید چھوٹا رہے گا۔“

حساب و کتاب کے لئے ضروری ہے کہ انسانی زندگی کے تمام اعمال و افعال حساب و کتاب کے دوران آشکار ہوں کوئی گوشہ زندگی مخفی نہ ہو کیونکہ اگر کوئی عمل پوشیدہ ہو تو حساب و کتاب صحیح معنوں میں ممکن نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے تمام اعمال کو ریکارڈ کرنے کا انتظام فرما دیا ہے:

وان علیکم لحافظین ○ کراما کاتبین ○ یعلمون ما تفعلون ○ (۲۱)

”اور تم پر نگہبان مقرر ہیں عزت والے، عمل لکھنے والے، تم جو کچھ کرتے ہو

اسے جانتے ہیں۔“

ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید ○ (۲۲)

”کچھ بات نہیں بولتا۔ مگر اس کے پاس ہی ایک راہ دیکھنے والا تیار ہوتا ہے۔“

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں مجازی بادشاہوں کی گرفت سے بعض زور آور اور با اثر مجرم دولت یا سفارش کے بل بوتے پر قانونی گرفت سے چھٹکارا حاصل کر لیتے ہیں اب اگر کوئی ناسمجھ اپنی نادانی کی بناء پر یہ سمجھے کہ میں معزز و مشرف ہوں اس لیے خداوند کریم مجھے آخرت کی باز پرس سے آزاد کر لے گا جیسا کہ یہود کہا کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ہمیں سوائے چند نفوں کے دوزخ کے عذاب میں مبتلا نہیں کریں گے وہ چند دن بھی ٹھہرے کی عبادت کی بناء پر ہوں گے ورنہ دوسرے اعمال کی بناء پر وہ اپنے آپ کو آخرت کی مسئولیت و احتساب سے بری سمجھتے ہیں اور غیر یہودیوں کے حقوق غصب کرنا وہ اپنے لیے حلال سمجھتے ہیں قرآن پاک نے یہودیوں کی خام خیالی کو اس انداز میں بیان کیا ہے:

وقالت اليهود والنصری نحن ابناء الله واحباء (۲۳)

”یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور پیارے ہیں۔“

☆ الاجر والضمن لا یجتمعان ☆ اجرت اور ضمانت ایک ہی شے میں جمع نہیں ہو سکتیں ☆

”اور کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہم کو ہرگز نہ لگے گی مگر گئے بیچے چند روز۔“

وقالوا ليس علينا في الامين سبيل - (٢٥)

”انہوں نے کہا ہم پر امی لوگوں (غیر یہودیوں) کا حق لینے میں کچھ گناہ نہیں۔“

قرآن پاک نے یہود و نصاریٰ اور ان جیسے ذہن رکھنے والوں کے لیے واضح اعلان کیا ہے کہ آخرت کی مسؤلیت و احتساب کے لیے انسان کے اپنے اعمال ہی کام آئیں گے نہ کسی کو مال بچائے گا نہ دولت نہ سفارش چلے گی اور نہ کثرت اولاد یعنی افرادی قوت آخرت کی مسؤلیت و احتساب سے اسے بچا سکتی ہے جن باغیانہ ذہن رکھنے والوں کا یہ خیال ہو کہ ہم اس دنیا میں طاقت اور اثر والے ہیں آخرت میں بھی طاقت اور اثر والے ہوں گے انسانی حقوق کو غصب کرنے اور پامال کرنے پر آخرت کی مسؤلیت و احتساب کو طاقت (اثر و رسوخ) افرادی قوت یا عزت و تکریم کی بناء پر ناکارہ بنا دیں گے وہ اپنے خیالی خواہوں کی دنیا میں بستے ہیں کیونکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے وہاں نہ کسی سرکردہ شخص کی سفارش چلے گی اور نہ مال و دولت اور رشوت کی بناء پر کوئی آخرت کی مسؤلیت و احتساب سے بچ سکتا ہے۔

يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا يَقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا

عدل ولا هم ينصرون۔ (۲۶)

”اس دن کوئی شخص کسی کے کام نہ آئے گا اور نہ اس کی طرف سے سفارش قبول

کی جائے گی اور نہ اس کی طرف سے بدلہ لیا جائے گا اور نہ ان کو مدد پہنچے گی۔“

قرآن پاک نے جگہ جگہ پر اس امر کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے کہ انسانوں کی زندگی اس دنیا میں عارضی ہے یہاں دائمی قیام نہیں۔ اس لیے اس کی رنگینوں میں حقیقی زندگی سے غفلت میں نہ پڑیں یہ زندگی چند روزہ اور مقام امتحان ہے اصلی اور حقیقی زندگی اس عارضی زندگی کے بعد ہوگی جس کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اس عارضی زندگی کے اعمال و افعال پر ہوگا قرآنی اعلان ہے:

وستردون الى عالم الغيب والشهادة-(٢٤)

”اور تم جلد اس کے پاس جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں سے واقف ہے لوٹائے

جاؤ گے۔“

ان الینا ایابہم ۵ ثم ان علینا حسابہم ۵ (۲۸)

”بیشک ان کو ہمارے پاس پھر کر آتا ہے اور پھر ہمارے ذمہ ان سے (ان

کے اعمال کا) حساب لینا ہے۔“

آخرت کے بارے میں قرآنی ہدایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا ذرا بھی محال نظر نہیں آتا کہ آخرت کی مسئولیت و احتساب ایک ایسا زبردست انقلابی نظریہ ہے کہ انسان کو کسی صورت میں نافرمانی کی طرف جانے کی اجازت نہیں دیتا آخرت کی جوابدہی کا احساس ایک ایسا داخلی محتسب ہے جو ہر وقت انسان کے ذہن و قلب میں جاگزیں رہتا ہے اس کے ہوتے ہوئے انسان کسی خفیہ مقام پر انتہائی علیحدگی میں بھی جہاں کوئی بھی نہ ہو نافرمانی کی جرات نہیں کر سکتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرے تمام خفیہ اور اعلانیہ اعمال و محرکات پوشیدہ نہیں رہ سکتے بلکہ ان کو ریکارڈ کیا جاتا ہے معاشرے کے افراد میں اس زبردست اور طاقتور داخلی محتسب کے ہوتے ہوئے حقوق انسانی کی پامالی اور غصب کا خطرہ درپیش نہیں ہو سکتا۔ اور اس آخرت کی مسئولیت و احتساب کے احساس ہی کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں رات کی تاریکی میں اور گھر کی چار دیواری میں ایک نوجوان لڑکی کو والدہ نے فرمائش کی کہ دودھ میں پانی ملا دیں تو لڑکی نے کہا کہ امیر المؤمنین کا حکم ہے کہ کوئی دودھ میں پانی نہ ملائے ماں جو خاریجی احتساب سے اپنے آپ کو تاریکی اور گھر کی چار دیواری کی وجہ سے محفوظ سمجھتی تھی، نے کہا کہ اس فعل کا عمرؓ کو کیا علم ہو سکتا ہے وہ تو اس وقت اس مقام پر نہیں دیکھ رہا ہے جبکہ بچی نے کہہ کہ اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے یہ ہے تصور احتساب فی الآخرة جو دودھ میں پانی نہیں ملانے دیتا اور اسی آخرت کی جوابدہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں پورے دو سال عہدہ قضاء پر معمور رہے مگر ان کی عدالت میں کوئی بھی ایک مقدمہ پیش نہیں ہوا۔ (۲۹) کیونکہ معاشرہ کا ہر فرد چاہے جس مقام کا تھا اپنے فرائض خوش اسلوبی اور عمدہ طریقے سے ادا کر رہا تھا تو حقوق کا سرے سے کوئی مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوا کہ عمرؓ کی عدالت میں جاتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ قرآنی نظام مسئولیت و احتساب حقوق انسانی کے تحفظ کے لیے ایک زبردست و موثر قوت نافذ ہے اور ایک ایسا محافظ ہے کہ اگر انسانی معاشرے میں اس محرک کو اجاگر کیا جائے تو انسانی معاشرہ امن و سکون کی نعمت سے مالا مال ہو سکتا ہے اور ہر انسان کے حقوق کو غاصبوں کے ہاتھوں سے محفوظ کیا جاسکتا ہے۔

المراجع والمصادر

- ۱- القرآن الکریم، سورة النحل ۹۳:۱۶
- ۲- القرآن الکریم سورة الاسراء ۳۶:۱۷
- ۳- القرآن الکریم سورة النساء ۱۳۵:۴
- ۴- مولانا محمد شفیع، معارف القرآن ج ۲ ص ۵۷۵ (ادارة المعارف کراچی) ۱۹۷۹ء
- ۵- سید محمد متین ہاشمی، اسلامی حدود و اوران کا فلسفہ مع اسلام کا نظام احتساب ص ۸۰ (مرکز تحقیق و دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور)
- ۶- القرآن الکریم، سورة العصر ۳۳:۱۰
- ۷- القرآن الکریم سورة الحجرات ۹:۴۹
- ۸- عبد الکریم زیدان، الفرد و الدولة فی الشريعة الاسلامیہ ص ۴۸ (اتحاد العالم الاسلامیہ للمنظمات الطلابیہ)
- ۹- ابوالفداء اسماعیل بن عمر، ابن کثیر، البدلیہ و النہایہ ج ۳ ص ۲۷۱ (دار السعادة قاہرہ) ۱۹۳۹ء
- ۱۰- محمد بن جریر طبری مترجم محمد ابراہیم تاریخ طبری ج ۱ ص ۵۳۸، ۵۳۹ (نفیس اکیڈمی کراچی)
- ۱۱- ایضاً ج ۳ ص ۲۵۶
- ۱۲- القرآن الکریم، سورة المائدہ ۲۲:۵
- ۱۳- القرآن الکریم سورة ص ۲۶:۳۸
- ۱۴- القرآن الکریم، سورة المائدہ ۲۸:۵۷
- ۱۵- القرآن الکریم، ایضاً ۸:
- ۱۶- محمد بن اسماعیل البخاری - صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب ذکر اسامہ بن زید
- ۱۷- ابن اثیر الکامل فی التاريخ ج ۳ ص ۴۰۱ (دار صادر بیروت) ۱۹۶۵ء
- ۱۸- القرآن الکریم، سورة النحل ۹۳:۱۶
- ۱۹- القرآن الکریم، سورة الاسراء ۳۶:۱۷
- ۲۰- القرآن الکریم، سورة القیامہ ۳۶:۷۵
- ۲۱- القرآن الکریم، سورة الانفطار ۸۲:۱۰
- ۲۲- القرآن الکریم، سورة ق ۱۸:۵۰
- ۲۳- القرآن الکریم، سورة البقرہ ۲:۸۰
- ۲۴- القرآن الکریم، سورة البقرہ ۲:۸۸
- ۲۵- القرآن الکریم، سورة التوبہ ۹:۱۰۵
- ۲۶- القرآن الکریم، سورة الغاشیہ ۸۸:۲۵
- ۲۷- محمد بن جریر طبری مترجم محمد ابراہیم - تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۵۱